الله

السموٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

زنانہ اخبار مہینے میں دو بار

مصباح

جلد ۴ نمبر ۱۱

۱۵ مئی سنہ ۱۹۳۰ء ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۸ھ

چندہ سالانہ ۲ روپے ۸ آنے

ایڈیٹر
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

قادیان دار الامان سے یکم و پندرہ کو شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

نظم - درس بیداری ۱-۲ شمیم
شادی بیاہ کی رسمیں ۳-۵ تقریر حضرت خلیفۃ المسیح
پردہ ۶-۸ مستورہ قادیان
بہار کی آخری رات ۹ آر۔ ایس۔ بٹالہ
عورت ۱۰-۱۱ ملک محمد رمضان صاحب
فضول خرچی ۱۱ اصغری بیگم امرتسر
کیتھرائن۔ لیٹرا دوطا ۱۲-۱۵ ایس۔ اے۔ اعجاز
ہندو شاستر عورت
زنانہ بوٹ کی ایڑی
عورت غیر مذاہب میں
عورت اسلام میں
(مذکورہ چار مضامین) ۱۶-۱۸ ماخوذ
متفرقات پھول ۱۹-۲۰

درس بیداری

اس وقت جب فضا میں مکمل خاموشی تھی۔ اور کائنات کے ذرہ ذرہ پر پورا سناٹا۔ اس وقت یکایک میرے تارِ نفس سے ایک دھیمی سی نوا۔ جو موسیقی کے مشابہ تھی نکلی اور معاً اس پر سکوت فضا میں پھیل گئی:

نرم لہروں نے اٹھائے تھے حبابِ خوشنما
شاخِ گل پر نغمہ پیرا خوش بجوش تھی عندلیب
وہ شجر سر سبز جن پہ تھی نگہ ہر دم نثار
چھوٹی چھوٹی بوندیاں سبزہ پہ لگتی تھیں بھلی
رونقِ گلشن ابھی تھی ہمسر جنت مگر
وہ شہنشاہِ معظم دھاک تھی جن کی بندھی
وہ جو تھے آفاق میں شہرہ فگن، کشورستاں
آج بے نام ونشان کنجِ لحد میں ہیں پڑے
کوہ و صحرا جن کی شمشیر دلنے سے تھے لرزہ کناں

موجۂ بادِ صبا نے کر دئے یکدم فنا
ہے نشان اب گل کا باقی اور نہ بلبل کا پتا
اب ہوئے بے برگ وہ اور بن گئے عبرت فزا
دھوپ کی شدت نے ان کو بھی دیا یکسر مٹا
ہو گئی اس گردشِ گردوں میں وہ بھی مبتلا
زیرِ گردوں آج ڈھونڈے سے نہیں ان کا پتا
آج ان کی قبر پہ جلتا نہیں ٹوٹا دیا!
بحر و بر پہ جن کی تھیں جولانیاں حیرت فزا
بے کسی آج انکے مرقد سے یہ دیتی ہے صدا

"بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے"

آخرش ہر ایک ہستی کا یہی ہوگا مآل
یوں غریقِ دہرِ فانی کیوں ہے پھر اے بے خبر
آہ غافل کب تلک چھائی رہے گی بے ہوشی؟
چھوڑ اب اس بے خودی کو وقت ہے کچھ کام کر
کام وہ کچھ اور تھے جن کے لئے آیا تھا تو
حق نے عالم اک صداقت کیلئے پیدا کیا

ایک روز ان انقلابوں کا ہے سب کو سامنا
مقصدِ ہستی کو اپنی کس لئے ہے بھولتا
فرضِ منصب کی طرف بھی کچھ توجہ تو لگا
عیش و عشرت تو نہیں اس زندگی کا مدعا
ہاتفِ غیبی تجھے سن دے رہا ہے کیا ندا
اور تجھے اس کی حفاظت کیلئے پیدا کیا"

"کر مگس ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کی تجلی گاہ میں آباد ہو"

(شمیم از چوسے اپر برما)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مصباح

قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ مئی سنہ ۱۹۳۰ء

شادی بیاہ کی رسمیں
اور
ان کی اصلاح

سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل نے اپنی دختر کے رخصتانہ کی تقریب پر رسوم شادی کے متعلق ایک بیان پڑھا تھا جس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر سے اصولی طور پر ان رسوم کے متعلق ایک رہنمائی ہوتی ہے اسلئے وہ تقریر الفضل سے درج ذیل ہے رسوم کا بیشتر حصہ خواتین سے تعلق رکھتا ہے اگر وہ کوشش کریں تو بہت جلد نہایت سہولت کے ساتھ ان کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ (ایڈیٹر)

نکاح کے متعلق چار باتیں ہیں۔ دو تو اسلام کا حصہ ہیں۔ ایک یہ کہ لڑکی کی اجازت کے ساتھ نکاح کیا جائے۔ اور دوسرے اعلان نکاح۔ لیکن دوسری دو اسلام کا حصہ نہیں پہلی یہ کہ لڑکے والے لڑکی کے مکان پر جا کر لڑکی کو لائیں۔ کیونکہ یہ بات دونو طرح ثابت ہے۔ لڑکے والے بھی جا کر لڑکی کو لے آتے ہیں۔ اور ایسا بھی ثابت ہے۔ کہ خود لڑکی والے لڑکے کے گھر لڑکی پہنچا دیتے ہیں۔ بلکہ میرا مطالعہ تو یہ ہے۔ کہ کثرت سے اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ خود لڑکی والے لڑکے والوں کے گھر لڑکی کو لے آئے۔

پس ایک نئی پابندی اسلام میں داخل کرنی کہ لڑکے والے ہی ضرور لڑکی کو لینے جائیں ٹھیک نہیں۔ اور اس سے مشکلات ہونگی۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ لڑکی کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے عام طور پر لڑکے والے اسے لینے جاتے ہیں۔ لیکن اگر لڑکی والے خود پہنچا دیں۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ دوسری بات جہیز دینا ہے۔ جس چیز کو شریعت نے مقرر کیا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ مرد عورت کو کچھ دے۔ عورت اپنے ساتھ کچھ لائے۔ یہ ضروری نہیں۔ اور اگر کوئی اس کے لئے مجبور کرتا ہے۔ تو وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ ہاں اگر اس کے والدین اپنی خوشی سے کچھ دیتے ہیں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ ہاں لڑکے والے نہ دینگے۔ تو یہ ناجائز ہوگا۔ شریعت نے ہر مرد کے لئے عورت کا مہر مقرر کرنا ضروری رکھا ہے۔

میر صاحب کے مضمون میں بعض باتیں اور بھی ہیں۔ جو میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ مثلاً یہ کہ اگر رشتہ دار شامل ہونگے۔ تو انہیں کپڑوں کا لحاظ رکھنا پڑیگا۔ اور وہ نئے کپڑے بنوائینگے۔ حالانکہ شمولیت کا لازمی نتیجہ

کپڑے بنانا نہیں۔ ہم یہاں موجود ہیں۔ لیکن ہم نے کوئی نئے کپڑے نہیں بنائے۔ جو موجود تھے۔ وہی پہنے ہوئے ہیں۔ تو شمولیت کو اگر اس وجہ سے ترک کرنے کی کوشش کی جائے۔ کہ نئے کپڑے بنوانے پڑتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جماعت میں شمولیت کو ہی معیوب سمجھا جانے لگیگا۔ اور آہستہ آہستہ جماعت میں یہ احساس پیدا ہونے لگیگا۔ کہ لوگ ایسے موقعوں پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔ عورتیں اور مرد سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ اس لئے یہ بھی درست نہیں۔ طاقت اور استطاعت نہ ہونے کے باوجود محض ایسی تقریب میں شمولیت کی غرض سے نئے کپڑے بنوانے کے خیال کو مٹانے کی ضرورت ہے۔ نہ کہ شمولیت کو ہی ؛

اس میں شبہ نہیں۔ کہ جہیز اور بری کی رسوم بہت بری ہیں۔ اس لئے جتنی جلدی ممکن ہو۔ ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئیے۔ اور میں اس امر میں میر صاحب کی کلی تائید کرتا ہوں۔ ایسی وبا اور مصیبت گھروں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس قابل ہے۔ کہ اسے فی الفور مٹا دیا جائے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ اچھے اچھے گھرانے اس رسم میں بہت بری طرح مبتلاء ہیں۔ اور مجھے اس کے اظہار میں بھی کوئی شرم نہیں محسوس ہوتی۔ کہ ہمارے اپنے گھر کی مستورات کو بھی اس کا خیال رہتا ہے۔ اور میں نے ان کے منہ سے ایسے کلمات سنے ہیں۔ کہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئیے۔ عام طور پر اپنی مالی حالت کو دیکھا نہیں جاتا۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ نہ صرف جہیز بلکہ بری بھی بری چیز ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق جہیز دینا تو کچھ بھی ثابت ہے۔ لیکن بری کا اس رنگ میں جیسے کہ اب مروج ہے۔ مجھے اب تک کوئی حوالہ نہیں ملا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ جہیز بھی اگر کوئی دے سکے۔ تو نہ دے۔ ایسے موقعوں پر ہمارے لئے سنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرزِ عمل ہے۔ قرآن کریم سب سے مقدم ہے۔ اور جن مسائل کے متعلق وہ خاموش ہے۔ ان کے لئے حدیث کو دیکھا جاتا ہے۔ لیکن احادیث کے راوی ہمارے سامنے موجود نہیں۔ اور ہم ذاتی طور پر ان کے اخلاق اور صداقت کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ عین ممکن ہے۔ کہ ان میں سے بعض وضّاع ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی حدیث ہو لیکن آج وہ ردّی کے کاغذ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی ہو۔ اور ایک حدیث جو کہ ردّی میں پھینکنے کے قابل ہو۔ وہ صحیح سمجھی جاتی ہو۔ چنانچہ مسیح موعودؑ کے متعلق بھی کئی احادیث وضعی ثابت ہوئی ہیں۔ اور کئی ایسی ہیں۔ جو صحیح ہونی چاہئیے تھیں۔ مگر وضعی سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مامور آیا۔ اس کی وحی تازہ بتازہ ہے۔ اور جو کچھ اس نے کہا ہے۔ وہ اس رس کی طرح ہے۔ جو تازہ پھل سے نچوڑا گیا ہو۔ پس اس کا عمل ہی صحیح سنت اور تعلیم اسلام ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اور احادیث کی مثال تو ایسی ہے۔ جیسے زید آکر ہم سے کہے۔ قرآن میں یوں لکھا ہے۔ درانحالیکہ ہم نے خود نہ دیکھا ہو۔ لیکن ہم براہ راست خدا تعالیٰ کے مرسل کے منہ سے اسکے متعلق جو کچھ سنیں ایسے

ہم مقدم سمجھیں گے لڑکی والوں کی طرف سے دعوت:
جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ ایک تکلیف دہ چیز ہے لیکن اگر لڑکی والے بغیر دعوت کیئے آنے والوں کو کچھ کھلادیں۔ تو یہ ہرگز بدعت نہیں۔ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ جو نہیں کھلاتا۔ وہ غلطی کرتا ہے۔ تو یہ ضرور بدعت ہے۔ اور اسی طرح جو یہ کہے۔ کہ جو جہیز نہیں دیتا۔ وہ غلطی کرتا ہے۔ اور جہیز ضرور دینا چاہیئے۔ تو وہ بھی بدعت پھیلانے والوں میں سے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے لڑکی کو کچھ دیتا ہے۔ یا آنے والے مہمانوں کو کچھ کھلاتا ہے۔ تو یہ ہرگز بدعت نہیں کہلا سکتی۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارکہ بیگم کی شادی پر بعض چیزیں اپنے پاس سے روپے دیکر آنیوالے مہمانوں کے لئے امرتسر سے منگوائیں جو شخص یہ سمجھکر کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ ایسا کرتا ہے۔ وہ بدعتی ہے۔ لیکن جو شخص اپنے فطری احساس اور جذبہ کے ماتحت آنیوالوں کی کچھ خاطر کرتا ہے۔ اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا میر صاحب نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔ کہ اوسط درجہ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ کچھ پارچات۔ کتابیں۔ اور ایک ٹرنک وغیرہ لڑکی کو دیکر رخصت کردیں۔ لیکن اگر لڑکی کو کچھ دینا بدعت ہے۔ تو پھر یہ بات بھی بدعت کو رواج دینے والی ہے۔ ایسا کیوں کیا جائے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اپنی استطاعت کے مطابق اگر کوئی کچھ دیتا ہے۔ تو اچھی بات ہے۔ لیکن جو شخص معمولی چیزیں بھی دینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اور پھر زیر بار ہو کر ایسا کرتا ہے۔ تو شریعت اسے ضرور پکڑیگی۔ کیونکہ اس نے اسراف سے کام لیا۔ حالانکہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اسراف و تبذیر سے منع فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔ کہ لاتبذر تبذیرا۔ اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی خوشی اور طاقت کے مطابق اس سے بہت زیادہ بھی دیتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اگر آج ایک شخص اسقدر حیثیت رکھتا ہے۔ کہ وہ لڑکی کو دس ہزار روپیہ دے سکتا ہے۔ تو بے شک دے۔ اگر اسکے بعد اسکی حالت انقلاب دہر کے باعث ایسی ہو جائے۔ کہ دوسری لڑکی کو کچھ بھی نہ دے سکے۔ تو اس میں اسپر کوئی الزام نہیں آسکتا کیونکہ پہلی کو دیتے وقت اس کی نیت یہی تھی۔ کہ سب کو دے لیکن اب حالات بدل گئے۔

مختصر یہ ہے۔ کہ بدعت وہ ہے۔ جسے لوگ قطعی حکم نہ ہونے کے باوجود پابندی سے اختیار کریں۔ اور وہ اسلام سے ثابت نہ ہو۔ لیکن لوگوں کے کہنے سے اسے ضروری سمجھا جائے۔ یہ نمائش ہوتی ہے۔ اور اس کا اختیار کرنا اسراف میں داخل ہے۔ اور اسراف کرنے والے کو خدا تعالیٰ نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ پس اس سے بچنا چاہیئے۔ اور تباہ کن بدعات سے جس قدر جلد ممکن ہو مخلصی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مضمون نگار مصباحی بہنوں سے!

میں نے اس بات کا پورا پورا التزام رکھا کہ مصباح میں صرف عورتوں کے مضامین ہی چھپا کریں لیکن آہستہ آہستہ مرد یہ جگہ لے رہے ہیں اسکی وجہ مضمون نگار مصباحی بہنوں کی بے توجہی ہے امید ہے انہیں اپنے حق کے متعلق توجہ فرمائینگی۔

پردہ

بہن اے ایم شمیم صاحبہ دہلی کا مضمون پڑھکر میں بھی پردہ کے متعلق خدا تعالیٰ اور اسکے برگزیدہ رسولؐ کے احکام کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔ پہلے ان کے چند اعتراضوں کا جواب دیتی ہوں۔ میرے خیال میں بہن صاحبہ موصوفہ اپنے مضمون میں حدود اسلامی سے تجاوز کر گئی ہیں۔ اور جذبات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ مگر ہمیں احمدی خواتین اور حقیقی اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے۔ اسلام کے احکام کو جذبات پر ترجیح دینی چاہیئے خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ لا تتبعوا الهوى کہ جذبات کی پیروی نہ کرو۔ آپ لکھتی ہیں کہ دل چاہتا ہے۔ عورت بھی مرد کی طرح آزاد ہو۔ مرد اور عورت اپنے تمدّنی تعلّقات میں قریب ایک ہی حکم کے ماتحت ہوں۔ عورت کی بدنی کمزوری کو اس کی آزادی سلب کرنے کا بہانہ نہ بنایا جائے۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ عورت کو خدا تعالیٰ نے اسکے قوائے جسمانی کے لحاظ سے مرد کے مقابلہ میں کمزور ہی پیدا کیا ہے۔ پھر اس احسن الخالقین نے [اس] کی کمزوری کو مدّ نظر رکھتے ہوئے احکام مقرر فرمائے ہیں۔ [جیسا کہ] خدا تعالیٰ کے حکم للذکر مثل حظ الانثیین [سے] وراثت کے علاوہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں [پائی] جاتی ہوں اگر مردوں کو صرف غض بصر کا حکم ہے [تو عور]توں کو ساتھ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن کا حکم بھی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مردوں کو جتنی آزادی حاصل ہے اس سے نصف خدا تعالیٰ نے عورتوں کو بھی عطا کی ہے۔ اس لئے میرے خیال میں دونو کی آزادی محدود ہے اور جو پابندی ہے کم و بیش دونو پر عائد ہوتی ہے اپنے اپنے درجوں کے لحاظ سے دونو آزاد ہیں۔ ورنہ اگر عورتیں آزادی کی طلب میں اپنی حدود سے نکلنا چاہیں تو مرد بھی اس سے زیادہ آزادی کے خواہشمند ہونگے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اسلامی پردہ کو کفن پوشی سے تعبیر کر کے اسپر جو سوالات کیئے گئے ہیں سراسر عقل کے خلاف ہیں اور اعتراض اسلام پر پڑتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے سرے سے اس کفن پوشی کا حکم دیا ہی نہیں۔ کفن پوشی یعنی موجودہ برقعہ ہماری اپنی ایجاد ہے۔ اس لئے اس رنگ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ایک حد تک یہ سوال جائز ہو سکتا تھا۔ مگر یہ کہنا کہ عورت بھی غض بصر تک ہی کیوں نہ محدود رہے صریحاً غلطی ہے اور شریعت پر اعتراض ہے۔ اگر عورت و مرد کے علیحدہ علیحدہ وظائف و حالات پر غور کیا جائے تو یہ اعتراض ردّ ہو جاتا ہے۔ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ عورت مقابلتاً مرد سے کمزور ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ کمزور کو حفاظت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اگر دو بچوں میں سے ایک توانا و تندرست ہو اور دوسرا کمزور۔ تو کمزور کی زیادہ حفاظت کی جائے گی اس کی غذا وغیرہ کا زیادہ خیال رکھا جائے گا۔

اس لئے خدا تعالیٰ نے ہماری کمزوری کی وجہ سے ہم کو ذرا زیادہ محفوظ رہنے کا حکم دیا ہے۔ اسکو سلب آزادی نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ نفسانی خواہشات جو کہ انسان میں فطری طور پر موجود ہیں ان کی اتباع سے بچنے کا خدا تعالیٰ نے ایک طریق بتایا ہے۔ دوسری صورت میں آپ لکھتی ہیں کہ:-

"عورت بدی کی ترغیب میں ایسے ذرائع استعمال کرتی ہے جس سے مرد مجبوراً اپنی قوت کے اظہار پر آمادہ ہو جاتا ہے" (یہاں کمزوری کا اظہار ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔) اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اخلاقی کمزوری دونو میں موجود ہوتی ہے۔ مگر جو ترغیب سے کمزوری کا اظہار کرے اس میں کم ہوئی اور جس میں ذاتی کمزوری کے علاوہ دوسرے کو ترغیب دینے کی اخلاقی کمزوری بھی موجود ہو اس میں زیادہ اخلاقی کمزوری ہوئی۔ اس صورت میں عورت میں دو اخلاقی کمزوریاں ہوئیں ایک ذاتی خواہش دوسرے ترغیب دینا۔ اس لئے اسکو دو ہی طاقتوں کی ضرورت ہے جو ان کمزوریوں کو دور کر سکیں۔ ذاتی کمزوری کے لئے غض بصر کی ضرورت ہے اور ترغیب دینے کا ذریعہ چونکہ زیب و زینت ہی ہے۔ اس کا علاج زیب و زینت کو چھپانا۔ یعنی پردہ +

اب سوال یہ ہے کہ اسلامی پردہ ترقی میں روک ہے۔ یا مناظر قدرت سے لطف اندوز ہونے سے یا صحت کے لئے مضر ہے؟ جواب یہ ہے کہ اسلامی پردہ ان باتوں میں سے کسی چیز کے لئے بھی کسی طرح روک نہیں۔ صحابیات کی زندگی کا مطالعہ کریں وہ کس بات میں مردوں سے پیچھے تھیں۔ جہاد میں شامل ہوتی تھیں۔ علم میں بڑے بڑے عالموں کے ہمپایہ تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نصف دین عائشہ سے سیکھو آپ کے شاگرد بڑے بڑے عالم لوگ ہوئے ہیں۔ اگر چشم بصیرت سے دیکھیں تو پردہ ہمارے لئے ایک رحمت ہے۔ پردہ کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار ایک احمدی خاتون کے قلم سے قابل افسوس بات ہے۔ ہاں بعض جگہ ایسا سخت پردہ رائج ہے جو کہ ضرور قابل اصلاح ہے۔ جیسے عورتوں کو بری طرح حراست میں رکھا جاتا ہے۔ یہ پردہ البتہ ترقی میں بھی روک ہے۔ اور مضر صحت بھی ہے۔ عورتیں جو کہ خلقی طور پر پہلے ہی کمزور ہیں ان کو اس سخت پردہ نے بالکل ہی بزدل بنا دیا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے سایہ سے بھی خوف کھاتی ہیں وہ اور ترقی کیا کرینگی۔ اس صورت میں وہ ایک عضو معطل کی طرح ہیں ان سے قوم کی خدمت کی امید نہیں ہو سکتی اسی سبب سے مسلمانوں کی ہمتیں پست ہیں کیونکہ ان کی ماؤں کا اثر انہیں فطری طور پر ہونا چاہیئے۔ ایسے ہی پردہ سے گھبرا کر بعض بہنوں کے خیالات پراگندہ ہو گئے ہیں اور بے حجابی کے لئے آمادہ ہیں بلکہ بے حجاب ہو چکی ہیں۔ سو ہم کو اپنی قوم میں حقیقی اسلامی پردہ رائج کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور مردوں سے مطالبہ کرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنی قوم

کی ترقی کے خواہشمند ہیں تو ہمیں ہمارے جائز حقوق دے دیں اور ہم کو اس حبس دوام کی سزا سے معاف رکھیں۔ احکام شریعت کی پیروی کریں تاکہ عورتوں کو بھی احکام شریعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ ہو۔ جناب اکبر آبادی کا ایک شعر ہے ؎

کل بے حجاب چند نظر آئیں بیبیاں
دیکھا جو انکو غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ کدھر گیا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

ہم اپنے اس جائز مطالبہ میں حضرت رسول کریم صلعم کے اسوہ سے صحابیات کے حالات سے مدد لے سکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے یہ ان نادانوں کا خیال ہے جنکو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ آپ کے اور آپکے اہل بیت کے طرز عمل سے ثابت ہے۔ ہم لوگ ہرگز حراست میں نہیں ہیں ہمارا پردہ نہ تعلیم میں روک ہے نہ مناظر قدرت کے لُطف سے ہم محروم ہیں۔ نہ ہمارے لئے مضر صحت ہے۔ کونسا علم ہے جو ہم پردہ کے باوجود حاصل نہیں کرسکتیں۔ لیڈی ڈاکٹر بننے سے یا بی۔ اے و ایم۔ اے کرنے میں کیا روک ہے ہماری کئی احمدی بہنوں نے ڈاکٹری اور ایف۔ اے وغیرہ کے امتحان دیئے ہیں سکولوں میں پڑھاتی بھی ہیں۔ قادیان میں آجکل خصوصاً علمی ترقی زوروں پر ہے۔ کئی بہنیں یونیورسٹی کے مختلف امتحان دے چکی ہیں اور آگے امتحانوں کی تیاریاں کررہی ہیں۔

موجودہ برقعہ جسکو کفن پوشی سے تعبیر کیا گیا ہے یہ اگرچہ اسلامی پردہ کے ظاہر میں منافی ہے مگر ضرورت زمانہ کے عین مطابق ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سر اور سینہ وغیرہ پر اچھی طرح اوڑھ لو تاکہ زینت نہ ظاہر ہو۔ سو پہلے زمانہ کی زینت سر اور سینہ تک محدود تھی۔ نیچے کا لباس لمبا کرتا ہوتا تھا یا تہہ بند جو کہ بالکل سادہ اور ہمارے برقع کے نچلے حصّہ کی طرح ہی تھا۔ مگر زمانہ حال کی خواتین سراپا زینت ہیں۔ سر سے پیر تک فیشن میں ڈوبی ہوئی ہیں اسلئے موجودہ برقعہ ہی اس زینت کو چھپا سکتا ہے۔ پس یہ برقعہ صحیح اسلامی پردہ کہلا سکتا ہے ورنہ دوسری صورت میں بہنوں کو کافی سے زیادہ قربانی کرنی پڑے گی۔ یعنی اپنے پسندیدہ فیشن سے ہاتھ دھونا۔ فتدبّر ؁

بقلم مستورہ

مصباح کی توسیع اشاعت

جن مصباحی بہنوں نے کئی کئی ماہ کا چندہ ادا نہیں کیا اور ان کے نام سے اخبار بند کردینا پڑا ان کی خدمت میں بقایا کی وصولی اور آیندہ خریداری جاری رکھنے کیلئے دفتر سے چٹھیاں بھیجی گئی ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ مصباحی بہنیں اس کی طرف پوری پوری توجّہ فرمائینگی ؁ (مینجر)

بہار کی آخری رات

آج سات سالہ مریضہ کی یہ آخری رات ہے۔ جو کہ دُکھوں اور تکلیفوں سے اُسے ہمیشہ کے لئے نجات دے دیگی۔ اور پھر اُسے دنیا کی کوئی تکلیف نہ ستائیگی۔

آج شام مریضہ نے سنبھالا لیا۔ اور گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھ گئی۔ اُسکے معصوم ننھے بچے سمجھے کہ ہماری امّی اب تندرست ہوگئی ہے۔ آہ! اُنہیں کیا خبر تھی کہ اُن کی محبّت کرنیوالی ماں کو آج ہی ایک زبردست طاقت چھین لیگی۔ مریضہ نے اپنی بڑی بیٹی محمودہ کو بلایا جس کی عمر گیارہ سال کی تھی۔

آج وہ بشاش نظر آتی ہے کیونکہ آج کئی روز بعد اس کی چاہنے والی رفیق ماں اُٹھکر بیٹھی ہے محمودہ بڑی خوشی سے آئی۔ ماں نے اپنی بیٹی کے شانوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "پیاری محمودی مجھے تم سے بہت محبّت ہے اور تم بھی میری ذرا سی تکلیف سے پریشان ہو جایا کرتی تھیں۔ دیکھو! بیٹی میرے بعد زیادہ غم نہ کرنا اور بہن بھائیوں کی اچھی طرح سے خبر گیری کرنا۔ گو تم بھی بچی ہو۔ مگر ان سب سے بڑی ہو۔ میری پیاری بیٹی میرے یہ الفاظ ہمیشہ یاد رکھنا۔ افسوس مَیں نے تمہاری کوئی خوشی نہ دیکھی۔ پرورش بھی نہ کر سکی۔ افسوس! صد افسوس!! کس خوشی سے مَیں نے باغ لگایا تھا۔ مگر اس کی بہار ایک دن بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی" اسکی آنکھوں آنسو بھر آئے۔ زبان لڑکھڑانے لگی۔ اُس نے آخری مرتبہ پیار کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ اسکے ہاتھ مُڑ گئے اُنہیں کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُس نے پیار کیا اور سب بچّوں کو باری باری سے بلایا اور پیار کیا۔ "میرے پیارے بچّو! خدا حافظ" ابھی آخری جملہ پورا بھی نہ ہُوا تھا کہ زبان نے جواب دیدیا۔ گویا کہ کبھی اسکا ساتھ ہی نہ دیا تھا۔ آنکھیں چھت سے لگ گئیں۔ ناک کا بانسہ مُڑ گیا۔ بولنا چاہتی تھی مگر اسے ایک زبردست طاقت روکتی تھی۔ آنکھیں حسرت سے چاروں طرف دیکھتی تھیں۔

او مالک! یکم اپریل کی رات بھی کس غضب کی رات تھی، کیسی ڈراؤنی اور ہیبتناک۔ اس مکان کے چپّہ چپّہ کونے کونے سے دہشت برستی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت چاروں طرف مُنہ کھولے کھڑی ہے۔

اس گھر کے رہنے والوں کے چہرے دسمبر کے کنول کی طرح سفید اور خزاں کے پتّے کی طرح بے رونق ہو رہے ہیں۔ آنکھوں میں یاس اور مایوسی چھائی ہوئی ہے۔

نیچر کو بھلا ان معصوم بچّوں سے جدا کر کے کیا مِل جائیگا؟ کیا اُسے ان معصوم بچّوں کی آہ و زاری پر بھی ترس نہیں آتا؟ کیا اُسے یہ اچھا لگتا ہے کہ کہ وہ ہمیشہ کے لئے شفقت مادری سے محروم رہ جائیں؟

معبود! تو ہی جانے کہ اس میں کیا راز مخفی ہے۔

ڈاکٹر ایک منٹ کو اُٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے

مگر آج وہ ایک بڑا لمبا سفر اختیار کر رہی ہے۔ کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اسے روک سکے۔ کیا وہ سنسان جگہ اس آبادی سے اسے زیادہ پسند ہے کہ گھر بار چھوڑ کر وہاں سکونت اختیار کر رہی ہے۔ کیا اسے نرم بستر اور گدے جو کہ اسکی محمودہ نے اس کے لئے سنبل کی روئی سے بھرے تھے تاکہ اسکی امی کے نازک جسم کو تکلیف نہ پہنچے اسے وہ پسند نہیں آئے کہ اس نے مٹی کے بچھونے میں اپنے لئے راحت محسوس کی۔ معبود جانے! میں تو اس معمہ کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔

صبح کا وقت تھا مؤذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ اسوقت مریضہ کے جسم میں کچھ حرارت محسوس ہوئی۔ آخری وقت بھی اس جان لیوا مرض نے چین نہ لینے دیا۔

اسکے منہ سے ہائے کا آخری لفظ نکلا اور چاروں طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ ہچکی آئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ابدی نیند میں سو گئی۔

اسکی محمودہ کی حالت اسوقت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ چھوٹے بچے حمید کو تو خدا نے اسوقت سے اتنا صبر دیدیا تھا کہ آج تک بھی اس نے کبھی نام نہ لیا حالانکہ وہ ماں کا اسقدر شیدائی تھا کہ جبتک رات کو ماں کا منہ لیمپ سے نہ دیکھ لیتا اور دل بھر کر پیار نہ کر لیتا اپنے بستر پر نہ جاتا۔ مگر آج اس قادر مطلق نے اسے پتھر کا دل دیدیا ہے۔ محمودہ اب ماشاء اللہ جوان ہے مگر اب بھی یاد کر کے پردل مغموم رہتی ہے۔ پہلے قبرستان پر جانا اسکا ہر روز گویا فرض تھا مگر اب برس چھ ماہ میں جاتی ہے لوگ کہتے ہیں۔ کہ دنیا کے دھندے ایسے ہیں کہ انسان اس میں مبتلا ہو کر سبھی کچھ بھول جاتا ہے مگر محمودہ اسکے بالکل برعکس ہے گو وہ اب دیوانوں اور پاگلوں کی طرح گلیوں میں نہیں پھرتی مگر اسکی محبت وہی ہے جو کہ آج سے چھ سال قبل تھی۔ س

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا؟

خاکسار آر۔ ایس (بٹالہ)

عورت!

(۱) عورت آفرینش عالم کا ایک "لطیف راز" ہے اور اس راز سربستہ کا حل منشائے ایزدی میں مضمر ہے!

(۲) عورت کے بغیر تخلیق عالم ناقص تھی حتّی کہ بہشت کی تکمیل آرائش بھی عورت ہی کے دم سے ہے۔!

(۳) عورت کا وجود دنیا میں "بہشتی حور" کی یاد کو تازہ رکھنے کا مظہر ہے۔!

(۴) عورت نہ ہوتی تو شاید یہ دنیا فرشتوں سے معمور ہوتی۔ مگر.... انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب نہ مل سکتا!

(۵) عورت حسن لم یزل کا ایک زبردست مظہر ہے۔!

(۶) عورت خدا تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے "مجاز" دراصل "حقیقت" کی "پہلی منزل" ہے۔!

(۷) عورت بالخصوص ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے!

(۸) عورت مرد کا "نصف بہترین" ہے۔!

(۹) عورت سے بہتر دنیا میں ہمدم و دمساز کوئی نہیں۔!

(۱۰) عورت نسل انسانی کی جڑ ہے۔!

(۱۱) عورت پارسا ہے تو فرشتے بھی اسکے دامنوں پر نماز پڑھنا فخر سمجھتے ہیں۔!

(۱۲) عورت کو اپنی اولاد کی مامتا منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اس کی محبت اس جہان میں نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اسکے دل میں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ عالمگیر ہے۔!

(۱۳) عورت کی ذات صداقت پسند۔ راستباز اور صلح کل واقع ہوئی ہے۔!

(۱۴) عورت محبت اور وفا کی پتلی ہے۔!

(۱۵) عورت فطرت کی اُس قوت کا نام ہے جو سرکشوں کا سر جھکادے۔ اسکی عالی ہمتی اور بہادری کا لوہا بڑے بڑے دلیر شیر افگنوں نے مانا ہے۔!

(۱۶) عورت ایک برق مجسم ہے۔ جادو کی پتلی ہے۔!

(۱۷) عورت آسمان کا ایک تارا ہے۔ چاند کا ٹکڑا ہے۔ نور کے سانچے میں ڈھلی ہے۔!

(۱۸) ہر ایک "بڑے آدمی" کی بڑائی کا راز عورت کے اشتراک میں نہاں ہے۔!

(۱۹) عورت اپنی معصومیت میں ایک بچہ ہے۔!

(۲۰) عورت ہی وہ سامان دلچسپی ہے جسے خدا تعالیٰ نے مرد کے افکار۔ اسکے غموم و ہموم اور کلفت کے ازالہ کے لئے تجویز کیا۔!

(۲۱) عورت نیکی۔ عفت۔ صبر و تحمل اور بردباری کا ایک مجسمہ ہے۔ جبتک "آب از سرگذشت" کی نوبت نہ آجائے وہ لب تک نہیں کھولتی۔!

(۲۲) عورت مرد کی "نادر مالیت" ہے جسے پالنے سے وہ مالامال اور کھونے سے نادار ہوجاتا ہے۔!

(۲۳) عورت خاصکر ماں کی محبت بے لوث اور بے غرضانہ ہوتی ہے۔!

(۲۴) عورت مرد کے عمیق جذبات محبت "ابھارنے" کا ذریعہ ہے۔!

(ڈاکٹر) ملک محمد رمضان

فضول خرچی

بچایا ہوا روپیہ ہمیشہ اڑے وقت کام آتا ہے۔ انسان کی دولت وہ نہیں جو وہ کماتا ہے۔ بلکہ وہ اُس کی دولت ہے جو بچاتا ہے ÷

آمدنی سے کبھی خرچ بڑھنے نہ دو۔ ڈکنز صاحب کی کتاب میں مکابر نامی ایک نامی ہیرو ہے جو فضول خرچی سے تباہ ہوگیا تھا۔ ایام تنگدستی میں اُس کا یہ مقولہ تھا۔ کہ اگر تمھاری آمدنی بیس[۲۰] روپے ہے۔ اور خرچ اُنیس[۱۹] روپے ۱۵ آنے ۶ پائی تو انجام تمھارا خوشحالی میں ہوگا ÷

بچایا ہوا پیسہ انسان کو غلامی سے آزاد کرتا ہے۔ جس سے انسان اپنے آپکو اوروں کو آرام پہنچانے کے قابل ہوجاتا ہے ÷

عموماً کفایت شعار لوگ ہی پرہیزگار اچھے ماں باپ اور امن پسند رعایا ہوتے ہیں۔ کیونکہ

افلاس ہی اکثر فساد اور چوری وغیرہ پر آمادہ کرتا ہے ۔ والسلام

اصغری بیگم اہلیہ شیخ عبدالمالک صاحب
امرت سر - کٹڑہ بگھیاں

کیتھرائن

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیتھرائن نے کچھ غور کے بعد کہا "کیوں نہ پیچھا کریں چوروں کا" "چلو جلدی"، "اچھا، مگر راستے میں کھانے کے لئے کچھ مکھن اور پنیر لے لو"۔ کیتھرائن نے مکھن اور پنیر لیا۔ اور وہ فوراً چل کھڑے ہوئے۔ اور چونکہ فریڈرک لمبے لمبے ڈگے بھرتا تھا۔ اپنی بیوی سے بہت آگے نکل گیا۔ کوئی پرواہ نہیں۔ واپسی میں میں گھر سے اتنا ہی نزدیک ہونگی جتنا اب فریڈرک سے پیچھے ہوں۔" بیوی نے بڑی دانائی سے کہا ۔

ذرا سے میں وہ ایک پہاڑی پر آپہنچی جس کے ڈھلوان پر پتلی سڑک تھی۔ اس کے دونو طرف کے خودرو پودے بیل گاڑیوں کے پہیوں (پہیّوں) سے دب دب کر مرجھا گئے تھے۔ "ہائے! ہائے" وہ چلائی "دیکھو تو سہی! ان پودوں کا بُرا حال ہو رہا ہے۔ ظالم گاڑی بان! تجھ پر تین حرف" یہ کہکر پودوں کو مکھن سے مالش کرنے لگی۔ کہ اتنے میں پنیر کا ایک ٹکڑا لڑھکتا ہوا ڈھلوان سے نیچے جا تا رہا۔ جب کیتھرائن نے یہ دیکھا تو سوچا کہ مجھے اس ٹکڑے کو ڈھونڈ لانے کے لئے جانا کیا

ضرور۔ لاؤ دوسرے ٹکڑے کو بھی اس کے پیچھے بھیجدوں۔ کہ اس کی چھوٹی چھوٹی ٹانگیں ہیں۔ کسی طرح اپنے لنگوٹیے یار کو سمجھا بجھا کر لے بھی آئیگا۔ اب اس نے دوسرے ٹکڑے کو بھی ڈھلوان کے نیچے بھیجا۔ وہ پٹخیاں کھاتا منزل مقصود تک جا پہنچا۔ اور دانشمند کیتھرائن آگے روانہ ہوگئی کہ پنیر کے ٹکڑوں کو رستہ تو معلوم ہی ہے خود ہی آجائیں گے ۔

کچھ دُور جانے پر اُسے فریڈرک ملا۔ اس نے کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ اس نے خشک روٹی دی۔ "ہائیں! پنیر اور مکھن کیا ہوا" اس نے پوچھا۔ عقلمند بیوی نے تمام قصہ کہہ سنایا۔ اور اترا کر بولی "دیکھو تو میں کیسی دانا ہوں"۔ "بہت تیرے کی! تم ہمیشہ کام کو ایک دو۔ ساڑھے تین کر دیتی ہو۔ تیرا میرا تباہ ہونا نظر نہیں آتا"۔ "پیارے فریڈرک۔ مجھے یقین ہے۔ کہ تم نے کبھی مجھ کو اسکے متعلق ہدایت نہ کی تھی"۔

"گھر سے چلتے ہوئے دروازے کو تالا لگایا تھا یا نہیں؟" فریڈرک نے پوچھا "نہیں تو۔ تم نے مجھ سے نہیں کہا تھا۔ میں کیوں تالا لگاتی" "اچھا تو خدا کے واسطے جلدی لوٹ جاؤ۔ اے دنیا کی عقلمند عورت! تالا بھی لگا آنا اور کچھ کھانے کو بھی لانا"۔

اب کی پھر کیتھرائن نے ذہانت ظاہر کی۔ گھر پہنچی۔ تو دروازے کو اکھاڑ کر کاندھے پر لاد لیا۔ اور کھانے کے لئے اخروٹوں کی ایک تھیلی اور ایک

بوتل سرکہ لے لیا۔ جب خاوند کے پاس واپس پہنچی۔ تو کہنے لگی۔ "پیارے فریڈرک میں دروازہ ہی اُٹھاکر لے آئی ہوں۔ کیونکہ گھر پر دروازے کو تالا لگاکر رکھنے کی نسبت اپنے ساتھ زیادہ حفاظت میں رہیگا۔" "واہ! واہ!! میری بیوی کیسی دانشمند ہے۔ اری تجھے تو مَیں نے گھر کو محفوظ کرنے کو بھیجا تھا۔ اور تُو دروازہ بھی اُکھاڑ لائی ہے۔ تاکہ ہر کوئی اندر گھس سکے۔......... اچھا تم ہی اب اسکو اُٹھانے کی مشقت اپنے سر لو۔" "بہت خوب" بیوی نے جواب دیا۔ "میں ہی اُٹھاؤں گی اِسکو۔ مگر اخروٹ اور سرکہ تو نہ اُٹھایا جائے گا مجھ سے۔ کیوں نہ ایسا کرو۔ کہ اِن دونو چیزوں کو دروازے کے تختوں سے باندھ دو۔" فریڈرک نے ویسا ہی کیا۔ اور دونو پھر چوروں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے ؀

چلتے چلتے شام ہو گئی۔ پھر رات۔ اب رات بھی بھیگ گئی۔ مگر چوروں کا کچھ پتہ نہیں۔ دونو ایک درخت پر شب بسری کے لئے چڑھ گئے۔ پچھلے پہر وہی چور تھکے ماندے آرام کرنے کی خاطر اُسی درخت کے نیچے آ لیٹے۔ فریڈرک درخت کی دوسری طرف سے کھسکتا ہُوا نیچے آیا۔ اور کچھ پتھر اُٹھاکر پھر اوپر چلا گیا۔ اور لگا اُنپر پتھر برسانے مگر اُنہوں نے سوچا کہ اب صبح ہوئی چاہتی ہے۔ کیونکہ بادِ سحر سے سیب درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں ؀

دروازے کے وزن سے کیتھرائن کا برا حال ہو رہا تھا۔ دل میں کہنے لگی ہو نہ ہو ضرور اخروٹوں سے بوجھ بڑھ گیا ہے۔ لاؤ اِنکو گرا دوں۔ "فریڈرک۔ اب نہیں اُٹھائے جاتے اخروٹ۔ گرائے دیتی ہوں۔" کیتھرائن نے کہا۔ "نہیں ایسا مت کیجیو۔ تمہیں کسی کا واسطہ۔ چور ہمیں دیکھ لیں گے۔" فریڈرک بولا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور اخروٹ پھینک دیئے۔ اور وہ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ درخت کے نیچے چلے گئے۔ اور ایک چور بولا "خدا کی پناہ! ارے یہ تو اولے پڑ رہے ہیں۔"

کچھ دیر بعد کیتھرائن نے محسوس کیا۔ کہ اب بھی دروازہ بوجھل ہے۔ لاؤ سرکہ گرا دوں۔ فریڈرک نے منع کیا۔ وہ نہ مانی اور جو کرنا تھا اُسے کر کے رہی۔ اور چور چونک کے بولے۔ "ارے دیکھو یارو۔ آج کیا ہو رہا ہے۔ کتنی اوس پڑ رہی ہے۔ نہ دیکھی تھی واللہ نہ دیکھی تھی۔ کہیں اتنی شبنم۔ بالکل آسمان برس رہا ہے۔"

آخر کار کیتھرائن کو خیال آیا۔ کہ دروازہ ہی بذاتِ خود وزنی ہے۔ اور یہی باعث تھا سارے بوجھ کا۔ سو اُس نے فریڈرک کے کان میں آہستہ سے کہا "میں جلد ہی دروازے کو بھی نیچے پھینکنا چاہتی ہوں۔" لیکن اُس نے نہایت

عاجزی سے اُس سے عرض کیا۔ کہ وہ ایسا نہ کرے۔ کیونکہ اب کی ضرور چور اُنکا پتہ پا جائیں گے۔ اور جان سے لیں گے۔ لیکن وہ کب کسی کے کہنے میں آتی تھی "یہ گرا .... وہ گرا" کہتے ہوئے اُس نے دروازے کو لڑھکا دیا۔ اور وہ اسقدر آواز سے چوروں پر گرا۔ کہ چلا اُٹھے "ہائے مارے گئے۔ بھاگو بھوت ہے بھود ود دوت ......" اور سر پر پاؤں رکھ کر بے تحاشا بھاگ نکلے۔ کیتھرائن اور فریڈرک نیچے اُترے۔ زمین پر روپے کی ڈھیریاں لگ رہی تھیں۔ وہیں اُن کا اپنا سونا بھی مل گیا۔ دونو میاں بیوی یہ خزانہ اُٹھا کر خوشی خوشی گھر چلے آئے + (ختم شد)

لٹیرا دُلہا

نسیمہ۔ "بڑی آپا! آپنے کہا تھا۔ لٹیرے دُلہے کی کہانی سُناؤ نگی۔ تو سُنائیے پھر۔ رات بھی ہو گئی ہے اور آپا کھانا بھی کھا چکی ہیں۔" سکینہ "پر ایک شرط پر۔" نسیمہ "وہ کیا ہے اچھی آپا" سکینہ "مصباح کو پڑھا کرو۔ اُس کی خریدار بنو۔ اور اپنی تمام سہیلیوں کو بھی اُسکے خریدنے کا شوق دلاؤ۔" نسیمہ "بہت اچھا۔ ایسا ہی کرونگی۔ اور انشاء اللہ ہر احمدی بہن اور میری سہیلی اسکی توسیع اشاعت میں کوشش کریگی۔" سکینہ "اچھا تو سنو پھر۔" "کہئیے!"

سکینہ:- ایک تھا لکڑہارا۔ اُسکی تھی ایک لڑکی۔ بڑی ہی خوبصورت۔ بڑی ہی شیریں سخن۔ جب وہ جوان ہونے کو آئی۔ تو اُسکی شادی کی فکر کرنے لگا۔ مگر اُس نے دل میں ٹھان لی۔ کہ ایسے جوان سے اس کا بیاہ رچاؤنگا۔ جو خوش رو ہو۔ امیر ہو۔ اور اس کا خیال اچھی طرح رکھ سکے .... (باقی دارد)

ایس۔ اے۔ اعجاز سیالکوٹی پٹنہ

ماں کی بے غرض محبت

سخت سرد ہوائیں کوہسار کی خاکروب تھیں۔ اور ویرانہ بھیانک، ڈراؤنا، اور پُرخطر تھا۔ رات بالکل اندھیری تھی۔ آسمان پر کالی گھٹائیں تھیں۔ اس وقت ایک ماں اپنے شیرخوار بچے کو چھاتی سے لپٹائے اس خوفناک ویرانے سے جاتی نظر آتی ہے۔ برفباری سے فطرت پر عالم پیری نظر آتا ہے اس کے ساغر دل میں مادرانہ محبت کی شراب رنگیں چھلک رہی ہے۔ یہ لرزہ براندام ہے۔ اور بچہ ماں کی چھاتی سے چمٹا ہوا محو خواب +

اب ہوا اور خنک ہو گئی۔ اور چاروں طرف سے قبرستان کی سی ہیبت برس رہی تھی۔ برف کے گالے اور زیادہ گرنے لگے +

اُسکے اعضاء سُن ہو گئے۔ اور بدن مضمحل۔ تب وہ آسمان کی طرف نگاہیں کئے نہایت دردانگیز لہجہ میں گڑگڑا کر دُعا کرتی ہوئی "اے میرے اللہ! اگر اب میں شکار قضا ہوئی جاتی ہوں۔ تو اس جانِ مادر کی تو ہی حفاظت کیجیو۔"

اُس نے اپنے تمام جامہائے تن کو کھینچ اُتارا۔ اور طوفان برف وبار کے سامنے اپنا سینہ عریاں کر دیا۔

پھر وہی کپڑے طفلک معصوم کے بدن پر اچھی طرح لپیٹے - مسکرائی - کہ اب وہ ننھی سی جان سردی سے محفوظ تھی - اُس نے بچے کی آنکھوں اور پیشانی پر بوسے دیئے - اُس کا دل بھر آیا - اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے - .... اُس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے برف کے اُس اُجلے سے بستر پر سو گئی ٭ (ماخوذ)

(س - ا) اعجاز سیالکوٹی از پٹنہ

ہندو شاستر اور عورت

یہ اعتراض کہ ہندو مذہب اور شاستر کی رُو سے شادی کا تعلق محض عارضی معاہدہ نہیں بلکہ ایک ایسا روحانی تعلق ہے - جس کو موت بھی نہیں توڑ سکتی - اور اس لئے ایک مرتبہ شادی کا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد وہ کسی حالت میں توڑا نہیں جا سکتا - اور ہندو شاستر میں عورت کو دوسری شادی کرنے کی اجازت کسی حالت میں نہیں دی گئی ٭

اس کا جواب یہ ہے کہ ست یگیہ کے زمانہ میں اور اس سے پہلے بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں - کہ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ شادی کا رشتہ محض معاہدہ کی صورت رکھتا تھا - اور ایسا روحانی تعلق نہیں سمجھا جاتا تھا - کہ جو تا بہ زیست ٹوٹ نہ سکتا ہو - پروفیسر ابناشی چندر داس کی کتاب "رگ وید منڈیا" سے ذیل کا اقتباس ملاحظہ کے قابل ہے -

"رگ وید میں ایک مثال ایسی ملتی ہے - کہ جہاں شادی معاہدہ سے ہوتی تھی اور معاہدہ کے توڑنے پر ختم کی جا سکتی تھی - اروسی اور پورداوا کی شادی معاہدہ پر مبنی تھی - جب خاوند نے اپنا معاہدہ پورا نہیں کیا - اروسی نے شادی منسوخ کرا لی" (باب دوئم صفحہ ۱۰۱)

یہ خیال بھی غلط ہے - کہ ہمارے شاستر میں کسی حالت میں بھی عورت کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے - نہ صرف خاوند کے مر جانے کے بعد بلکہ اور کئی صورتوں میں بھی بیوی کو دوسری شادی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے - گو طلاق کا لفظ ان رشیوں نے استعمال نہیں کیا - رشی رانا ڈے کی کتاب "مذہب اور سوشل ریفارم" کے تیسرے باب سے ذیل کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے میرے بیان کی پوری پوری تائید ہوتی ہے

منتو - "پانچ صورتوں میں یعنی جب خاوند سفر کو چلا جائے - اور عرصہ دراز تک لاپتہ ہو جائے یا خاوند مر جائے یا سنیاسی ہو جائے - یا نامرد ہو یا پتت ہو - ان پانچوں حالتوں میں شاستر کی رُو سے عورت دوسری شادی کر سکتی ہے"

پرجاپتی - "اگر کوئی عورت بیوہ ہے یا خاوند نے اُسے زبردستی گھر سے نکال باہر کیا ہے - تو اُس حالت میں وہ عورت دوسری شادی کر سکتی ہے"

کاتیاین - "اگر خاوند پتت ہے - یا نامرد ہے - یا بد مزاج ہے - یا اسی گوتر کا ہے کہ جس گوتر کی بیوی ہے - یا دائم المریض ہے - یا زر خرید غلام ہے تو ان سب

صورتوں میں بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے ؛

دشششٹ۔ "اگر خاوند ہیچ خاندان کا ہے یا پتت ہے یا اُس کو مرگی کا مرض ہے۔ یا نامرد ہے۔ یا اُسی گوتر کا ہے تو ایسی حالت میں اس عورت کی دوسری شادی ہو سکتی ہے"

نہ صرف یہی بلکہ کوٹلیا کے ارتھ شاستر سے تو صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک زمانہ میں ہندو سماج میں طلاق کا رواج تھا۔ اور یہ تو ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اونچی ذاتوں اور سفید پوش لوگوں سے قطع نظر کر کے آج کروڑوں ہندوؤں میں طلاق کسی نہ کسی نام سے برابر جاری ہے۔ ڈاکٹر بینی پرشاد کی تازہ تصنیف "قدیم ہندوستان میں حکومت" کے ہون کا ذیل کا اقتباس میرے بیان کی تائید کریگا ملاحظہ ہو:-

"گو موجودہ ہندو شاستر اور قانون میں طلاق کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن پرانے زمانہ میں میاں بیوی کی دشمنی ہونے کی صورت میں باہمی روا داری سے طلاق کی اجازت دیدی گئی تھی۔ اگر کسی ایک فریق کو دوسرے سے اندیشہ ہوتا تو وہ طلاق حاصل کرنیکا مطالبہ کر سکتا تھا۔ اَن بَن ہونے کی صورت میں علیحدگی ہو سکتی تھی۔ مگر طلاق نہیں اگر میاں بیوی کے ساتھ یا بیوی میاں کے ساتھ بدتمیزی کرتی۔ تو اس پر جرمانہ ہو سکتا تھا۔ اور بعض صورتوں میں کوڑے لگائے جاتے تھے۔ کوٹلیا نے نہ صرف بیواؤں کو دوسری شادی کی اجازت دی ہے۔ بلکہ اُن عورتوں کو بھی جن کے خاوند عرصہ دراز سے لاپتہ ہیں۔ دوسری شادی کی اجازت دی ہے۔ کوٹلیا ایک وقت میں ایک بیوی سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتا" (حمایت اسلام)

زنانہ بوٹ کی بلند ایڑی

لنڈن کے اخبار ڈیلی میل میں مسٹر پال برنارڈ راتھ نے لکھا ہے۔ کہ "عام طور سے آجکل تمام عورتیں بلند ایڑی کے بوٹ پہننے لگی ہیں۔ بعض لوگ ایسی ایڑی کے بوٹ پہننے والی عورتوں کو زیادہ پاکدامن نہیں سمجھتے ہیں۔ مثلاً مشہور انگریزی شاعر کپلنگ نے ایک عورت مسماۃ میز ایور کا حال لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے سر کے بالوں سے لیکر اپنے بوٹ کی ایڑی تک بری تھی۔ کیونکہ اُس کے بوٹ کی ایڑی ۲½ انچ اونچی تھی۔ بہت تھوڑا عرصہ گذرا۔ معدلت گستری کی ایک عدالت ہائی کورٹ میں ممتاز وکلاء نے مدعیہ کو یہ مشورہ دیا کہ ہرجانہ کا دعویٰ اس بنا پر دائر کیا جائے کہ ممکن ہے۔ کہ یہ حادثہ بہت اونچی ایڑیوں کے سبب سے ظہور میں آیا ہو ؛

اگر ایڑی زیادہ اونچی ہو تو ایسے جوتہ کو پہنکر چلنا عورت کے لئے کٹھن ہو جاتا ہے۔ اونچی ایڑی عورتیں کیوں پسند کرتی ہیں۔ اس کے کئی سبب ہیں۔ اول سبب تو یہ ہے۔ کہ آجکل یہ عورتوں کا فیشن ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اونچی ایڑی کا بوٹ پہننے والی عورت زیادہ لمبی نظر آتی ہے۔ تیسرے ایسا بوٹ آرام دہ ہوتا ہے چوتھے ایسے بوٹ پہننے والی کا پاؤں چھوٹا دکھائی دیتا ہے۔ پانچویں یہ خیال ہے کہ انکو پہننے والی عورت کا پاؤں زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ چھٹے یہ کہ عورتوں کا خیال ہے کہ اونچی ایڑی کا بوٹ پہننے والی عورت کی رفتار بہت

دلکش بنجاتی ہے۔ سر ولیم استھناٹ لین نے حال میں ایک اور سبب بھی بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اونچی ایڑی کے بوٹ پہننے سے پہننے والی عورت کا پاؤں آرام میں سُست نہیں بلکہ ہر وقت مستعد اور چُست رہتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی اونچی ایڑی سے کئی بے آرامیاں بھی ہوتی ہیں۔ ایک تو اس کی وجہ سے پاؤں کے اگلے حصہ پر بوجھ زیادہ پڑجاتا ہے۔ اس لئے جوتہ کے اس حصہ پر پاؤں کا دباؤ بہت بڑھ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بات بڑی ہی ضروری ہے۔ کہ جوتا فٹ ہو کر پاؤں میں آنا چاہیئے۔ اور جوتہ کا پنجہ اتنا چوڑا ہو کہ اس میں پاؤں انگلیاں اور انگوٹھا بھنچکر اور سکڑ کر نہ آئے اچھی طرح ٹھیک طور سے آجائے پہلے پہل اونچی ایڑی کا جوتہ پہنکر عورت سیدھی کھڑی رہ کر چل نہیں سکتی۔ سیدھا کھڑا ہونا اور چلنا یہ دونو باتیں مشق سے حاصل ہوجائینگی۔ ایڑی جتنی اونچی ہوتی ہے اتنا ہی اسکو تنگ اور نوکدار بنانے کی طرف ترغیب ہوتی ہے۔ اس سے عورت کی ٹانگ اور پاؤں کے پٹھوں اور عضلات پر سخت دباؤ پڑتا ہے۔ عورتوں کو گاؤدُم ایڑی کے بوٹ نہیں پہننے چاہئیں۔ بلکہ چوڑی جڑ کے جوتہ کو پہننا چاہیئے۔ جن بوٹوں میں ایڑی ایسی لگادی جائے۔ کہ وہ بوٹ کے ساتھ زاویہ قائمہ بنائے اس بوٹ کے پہننے سے بھی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ نقص زیادہ تر ان بوٹوں میں ہوتا ہے۔ اونچی ایڑی کے استعمال سے بہت جلد گھس جاتی ہے۔ اور پھر اس کا وزن قائم رکھنے کے لئے پاؤں کے دوسرے حصوں پر سخت محنت پڑتی ہے۔ (ماخوذ)

عورت غیر مذاہب میں

ہندوستان کے مقنن اعظم منو نے اپنی قانون سازی میں فیصلہ دیا تھا۔ کہ :-

"غلام اور مریض امراض مہلکہ کی طرح عورت بھی ملکیّت حاصل نہیں کرسکتی۔ وہ وراثت سے قطعاً محروم ہے۔ بچپن میں اس کی حفاظت و اخراجات باپ کی شفقت پر موقوف ہیں۔ اور شباب و پیری میں خاوند فرزند کے رحم پر منحصر"

وششٹ جی مہاراج کی باری آئی۔ تو انہوں نے یہ کہکر اس کے پُرانے حقوق کا بھی خاتمہ کردیا۔ کہ :-

"باوجود ان رُوحانی فوائد کے جو اولاد نرینہ یا متبنّٰی پیچھے چھوڑنے سے والدین کو پُہنچتے ہیں عورت خاوند کی اجازت کے بغیر تبنیت میں بھی حصّہ نہیں لے سکتی"

اب یورپ کے روحانی مقنن نے فیصلہ دیدیا تھا کہ :-

"فرقہ اناث اپنی ذاتی ملکیّت کا بھی مالک نہیں۔ شادی کی تاریخ سے عورت اور اس کی جائداد بحق خاوند قرق ہوجاتی ہے - لہٰذا حُکم دیا جاتا ہے۔ کہ وہ کسی سے معاہدہ تک نہیں کرسکتی"

بنی اسرائیل فراعنہ کی غلامی اور ظلم و ستم کا لُطف اُٹھانے کے باوجود عورت پر ظلم رانی سے باز نہ آئے

اور اس بے زبان مخلوق کو ہر قسم کے حقوق سے محروم کردیا۔

عربوں نے خاندان اور جائداد کے تحفظ و بقا کے خیال سے شادیوں کی تعداد کو حد و حساب سے بے نیاز کر دیا۔ اور وہ لڑکیوں کو زندہ در گور کر کے خوش ہوتے تھے۔ تاکہ وہ ان کی جائداد کی وارث نہ بن جائیں ؞

ایرانیوں نے عورت کو ایسی ذلت و پستی و نکبت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ؞

عورت اسلام میں

یک بیک غیرت حق کو حرکت ہوئی۔ اور فاران کی چوٹیوں سے وہ چشمہ ہدیٰ ابلا۔ جس کی انبیاء و رسل شروع سے بشارت دیتے آئے تھے۔ رسول حق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حق کا اعلان کیا۔ عورت کو پہلی دفعہ اس کے حقوق دیئے گئے۔ اور وللنساء نصیب مما ترک الوالدٰن والاقربون کا آئین دلپذیر قائم کر دیا گیا۔ اور بتادیا گیا۔ کہ آئین تمدن و تہذیب اور اصول عدالت و انصاف اس بات کے مقتضی ہیں۔ کہ ماں۔ بہن۔ بیٹی اور بہو کو وراثت میں ان کا جائز حصہ دیا جائے ؞ (حمایت اسلام)

حل طلب معمے

ایک شخص کی تین بیویاں ہیں۔ یہ شخص پہلی بیوی کے پاس جاتا ہے، تو اسکی جیب میں کچھ روپے ہیں۔ جن سے دو روپے جاتے ہی پہلی بیوی کو دیدیتا ہے اب اسکی یہ بیوی جیب ٹٹولتی ہے تو وہ جتنے روپے جیب میں پاتی ہے اتنے ہی اور اپنی گرہ سے جیب میں ڈالدیتی ہے اب وہ شخص دو روپے اور اپنی اس بیوی کو دیکر یہاں سے چلا جاتا ہے اور دوسری بیوی کے پاس پہنچتا ہے اور جاتے ہی دو روپے دوسری بیوی کو دیدیتا ہے تو اسکی یہ دوسری بیوی بھی جیب دیکھ کر جتنے روپے جیب میں دیکھتی ہے اتنے ہی اپنی گرہ سے اور ڈال دیتی ہے اب یہ شخص پھر دو روپے اس دوسری بیوی کو دیکر روانہ ہوجاتا ہے اور تیسری بیوی کے پاس چلاجاتا ہے جاتے ہی دو روپے اس تیسری بیوی کو دے دیتا ہے اسکی یہ بیوی بھی جیب کی تلاشی لیکر جتنے روپے جیب میں پاتی ہے اتنے ہی اور اپنے پاس سے جیب میں ڈال دیتی ہے اب یہ شخص جاتے وقت اسکو بھی دو روپے جیب سے نکالکر دیدیتا ہے تو باقی جیب میں کچھ نہیں بچتا یعنی جیب خالی ہوجاتی ہے۔ اب بتاؤ جب یہ شخص پہلی بیوی کے پاس آیا تھا تو اسکی جیب میں کتنے روپے تھے ؞ (از امین آباد)

(۲)

ایک شخص دریا کے کنارے جارہا ہے۔ دریا کے درمیان میں ایک آم کا درخت ہے۔ جسپر بہت سے پکے پکے آم لٹک رہے ہیں۔ اور اس درخت پر ایک بندر بیٹھا ہوا ہے۔ اب وہ شخص آم حاصل کرنا چاہتا

شکریہ و اعانت

میرے پیارے جناب ماموں جان حکیم فضل الرحمن صاحب مبلغ افریقہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آٹھ برس کے بعد بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اس خوشی میں عہ ۸ ارسال ہیں۔ اخبار مصباح ایک سال کے لئے براہ مہربانی جاری کردیں۔ راقمہ صفیہ بیگم بنت شیخ جان محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس از چک ۹۵/۶.R ضلع منٹگمری ؛

پانچ حل طلب معموں کا حل

پہلے معمے کا جواب = ۲ پھول
دوسرے " " " = زید کے پاس ۵ بکر کے پاس
تیسرے " " " = ۹۵ سیکنڈ
چوتھے " " " = سات پھول
پانچویں " " " = سمندر

تمام معمے صحیح حل کرنیوالیوں کے نام :-

(۱) سردار اختر کراچی (۲) صفیہ سلطان بیگم بنت اخوند محمد اکبر خان ملتان (۳) زینت محمد شاہ (۴) سعیدہ اختر جھنگ (۵) حمیدہ بیگم بنت محمد حسین کاتب قادیان (۶) امۃ الحفیظ بنت محمد غوث صاحب حیدر آباد دکن باقی ہاجرہ بیگم ڈڈالہ بانگر ا ر ۲، ۵ اور خورشید اختر رحیم آباد گورداسپور نے ۲، ۴، ۵، اور عائشہ صدیقہ قادیان نے ۱، ۵ صحیح حل کئے ؛

وصیت نمبر ۲۵۰۷

میں آمنہ بی بی بنت میراں بخش مرحوم قوم ککے زئی ساکن امین آباد حال چک ۲۲۶ ضلع لائلپور بقائمی ہوش و

حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ زیور قیمتی معہ روپیہ اور آمدن ماہوار عہ روپیہ میرے مرنے کے بعد اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میرے مرنے کے بعد اور جائداد مزید ثابت ہوگی۔ تو اس کے اسی قدر حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں انجمن میں جائداد وصیت کردہ کی قیمت میں سے کوئی روپیہ داخل کرادوں۔ تو اسی قدر روپیہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیا جائے گا۔ میں اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ باقاعدہ ماہ بماہ ادا کرتی رہوں گی ؛

العبد بقلم خود امینہ بی بی موصیہ ۱۱/۴/۲۷
گواہ شدہ۔ ملک عبدالقادر خان ککے زئی امین آبادی
گواہ شدہ۔ عبدالمجید احمدی ککے زئی امین آبادی ؛

وصیت نمبر ۳۲۱۲

میں آمنہ بیگم زوجہ عبداللہ خان ڈسکہ بنت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے۔ قوم سیال عمر تقریباً اٹھارہ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد مہر دو ہزار روپیہ ہے جس میں سے مبلغ ۔۔۔ روپیہ بصورت زیور اپنے خاوند سے وصول کر چکی ہوں۔ علاوہ اس کے بھی مبلغ صمار روپیہ کا زیور ہے۔ گویا کل جائداد اس وقت ۲۵۰۰ روپیہ کی ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اور یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات پر اس جائداد کے علاوہ مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر وصیت کی مد میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ کاتب الحروف

العبد۔ بقلم خود آمنہ بیگم۔ گواہ شد۔ عبداللہ خان نہچائت دفتر مظفر گڑھ۔ گواہ شد۔ فضل الرحمن مفتی۔ عبداللہ خان خاوند موصیہ ؛

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۶۰ر ۱۴

اخبار مصباح قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

کشیدہ کی پہلی کتاب

اسمیں کشیدہ کاری کے نہایت خوبصورت مختلف ڈیزائن جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض نمونے انفرادی طور پر بقول ناشر ایک ایک روپیہ سے بھی زیادہ قیمت کے ہیں۔ کیونکہ ولایتی نمونے مصالحہ سے بنے ہوئے ۸ر اور ۱۲ر فی شیٹ کے حساب سے بکتے ہیں۔ امید ہے لڑکیوں والے گھروں میں یہ کتاب نہایت پسند کی جائے گی۔

ملنے کا پتہ :- مینیجر جنرل سپلائی سٹور لاہور ؎

قیمت فی جلد ایک روپیہ ایک دو نمونے اس کتاب کے ہم بھی دیتے ہیں (ایڈیٹر)

رومال کا پھول

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاءالاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا ؎